Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

"Facing the Kaaba" and "A Night in the Cave of Hira" A Comparative Rewire

”منہ ول کعبے شریف“اور”غارِ حرا میں ایک رات“کا تقابلی جائزہ

(عشق رسول ﷺ کے حوالے سے)

Sajjad Ahmad (Visiting Facility Member)
Ph.D. Urdu scholar, Fedrarl Urdu University Islamabad

Kazim Hussain
Ph.D. Urdu scholar Federal Urdu University Islamabad

Dr. Muhammad Irfan Ahsan Pasha
Assistant Professor Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lahore

Abstract

"Facing the Kaaba" The author's face was constantly turned toward the Kaaba. His gaze remained directed straight ahead. However, he did not overlook other scenes within his line of sight. Hence, in this work, there are sights of the "inner world." There are expressions of passion and fervor, manifestations of spiritual ecstasy, visits to sacred places, faith-inspiring events from history, and reflections of divine light and radiance. In his travelogue "A Night in the Cave of Hira," Mustansar Hussain Tarar writes, "When I was awarded the international prize in Qatar, my first thought was neither of the honor nor of the prize money. This award was merely an excuse. I began to talk day and night about reaching the Cave of Hira with Maimoona, not just to offer two rak'ahs of prayer there but to spend some time there as well." Mustansar Hussain Tarar has referred to "Hajj" as "Hajira."

Keywords: Author's face, Kaaba, Gaze, Spiritual ecstasy, Traveloguem, Qatar, Honor, Prayer, Hajira

تعارف

مستنصر حسین تارڑ کا سفر نامہ ”منہ ول کعبے شریف“ سفر نامہ حج ہے۔ اسے 2004ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور سے پہلی بار شائع کیا گیا۔ کتاب کا آغاز غالب کے مشہور شعر سے کیا گیا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیے:

اپنا نہیں شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں
اس در پر نہیں باتو کعبے کو ہی ہو آئے

مرزا اسد اللہ غالب کے شعر کے سفر حج کی تفصیلات کو فہرست کی صورت میں پیش کیا ہے، جس کا آغاز حج پر جانے کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے لاہور سے جدہ پھر خانہ کعبہ اور وہاں پر قیام کرنے کے بعد منیٰ اور پھر عرفات کی روانگی اور پھر وہاں سے مزدلفہ میں صبح و شام قیام کا احوال اور آگے چل کر دوبارہ منیٰ اور وہاں سے مکہ اور آخر میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے حوالے سے دوبارہ منیٰ کی طرف روانگی کا احوال اور حج کے اختتام پر جہاں سے سفر شرع ہوا تھا یعنی جدہ کی طرف واپسی۔ فہرست کے پہلے حصے میں ان تمام تر تفصیلات کو جن کا تعلق حج سے ہے بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ ”طائف“ کے سفر کے حوالے سے ہے۔ اس میں سوئے طائف، مسجد عداس اور پھر واپس مکے کی طرف روانگی کے حوالے سے ہے۔ تیسرا حصہ ”منور مدینہ“ کے سفر کی روداد ہے۔ اس میں سوئے مدینہ اور پھر مسجد نبوی کا احوال ہے۔ سفر نامے کو مکمل کرنے کے لیے مستنصر حسین تارڑ نے 32 مقامات اور 55 عنوانات کا سہارا لیا ہے۔

مستنصر حسین تارڑ کا یہ سفر نامہ چونکہ حج نامہ ہے۔ اس میں ہمیں عقیدت و محبت جابجا نظر آتی ہے۔ سفر نامہ 464 صفحات مشتمل ہے۔ قاری سفر نامہ پڑھتے ہوئے خود کو اس ماحول میں اور فضاؤں میں شامل محسوس کرتا ہے۔ ”غارِ حرا میں ایک رات“ مستنصر حسین تارڑ کا مذہبی سفر نامہ ہے۔ اس سفر نامے کا آغاز بھی ”غالب“ کے شعر کے ایک مصرعے سے کیا گیا ہے:

"ع تپش شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا"

غالب کے شعر کے بعد اگلے صفحے پر فہرست دی گئی ہے۔ اس کا آغاز ”شہر رسول“ سے کیا گیا ہے۔ اس میں مختلف عنوانات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مثلاً مدینے میں ہونا، اماں ماریہ قبطیہ کے گھر، کعب بن اشرف کا قلعہ، بنو نضیر کی بستی، بنو قریضہ کے آثار، مسجد رانونہ کے کھنڈر، بیئر غرض کے کنویں، مسجد قبا، فارس کا سلمان، سلمان فارسی کی خدنق اور تیر اندازوں کا ٹیلی جس میں حضور ﷺ گرے تھے۔ دوسرا حصہ ”شہر اماں حوا“ جدہ میں ہونا، فہرست سامان برائے غارِ حرا۔۔۔ تبتی رک سیک میں ”مکہ مکرمہ اور بیس کیمپ غارِ حرا کے حوالے سے ہے۔ آخری حصہ ”غار رسول ﷺ میں“ یہ حصہ ”غارِ حرا میں ایک رات“ کے حوالے سے ہے۔ 112 سے 294 کے صفحات اس آخری حصے کے حوالے سے ہیں۔ یہ سفر نامہ کل 296 صفحات پر مشتمل ہے۔

CC BY

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامہ حج پر یوں رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منہ ول کعبے شریف" میں مصنف کا چہرہ ہمہ وقت کعبے کی جانب رہا ہے، نگاہ بھی روبرو رہی ہے لیکن انھوں نے حدِ نگاہ میں آنے والے دیگر مناظر کو نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ اس تصنیف میں "من کی دنیا" کے نظارے ہیں۔ ذوق و شوق کے مظاہر ہیں۔ روحانی کیف و سرور کا اظہار ہے۔ آب زم زم اور عرق انفعال ہے، سفید احرام میں سیاہ پوش کعبے کا طواف ہے، مقامات مقدسہ کی زیارات ہیں، تاریخ کے ایمان افروز واقعات ہیں، انوار تجلیات ہیں۔"(1)

مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا سفر نامہ "غارِ حرا میں ایک رات" گزارنے کے حوالے سے ہے۔ اس سفر نامے میں ہمیں حضور ﷺ سے عشق اور عقیدت کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ سفر نامہ مصنف کے اس عشق اور ذوق و شوق کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ جس کے لیے انھوں نے غار حرا میں ایک رات قیام کیا اور پھر ان تمام حالات و واقعات کو اپنے سفر نامے کا حصہ بنایا۔ ان دونوں سفر ناموں کے مختصر سے تعارف کے بعد اب ان کا فکری جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ "منہ ول کعبے شریف" اور "غارِ حرا میں ایک رات" یہ دونوں سفر نامے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عشق، عقیدت اور بے پناہ محبت سے لبریز نظر آتے ہیں۔

"منہ ول کعبے شریف" میں سفر نامے کے آغاز سے ہی ہمیں مصنف کی مکے جانے کی تڑپ دیکھنے کو ملتی ہے چونکہ یہ سفر نامہ حج ہے اس لیے مصنف کی عقیدت اس حوالے سے اور بھی گہری دکھائی دیتی ہے۔ مصنف جب لاہور ایئرپورٹ سے روانہ ہوتے ہیں تو انتہائی بے چین دکھائی دیتے ہیں۔ انھیں پل بھر بھی چین نہیں آ رہا ہوتا اور ہر لمحہ یہ ہی انتظار ستا رہا ہوتا ہے کہ کب مکے پہنچیں گے۔ پرواز کے دوران جب پائلٹ نے بلند آواز ہو کر کہا کہ جہاز کے بائیں جانب دیکھئے مکہ نظر آ رہا ہے تو اس لمحے مصنف کی بے چینی اور عقیدت دیکھنے لائق تھی:

"میں کھڑکی کے شیشے پر آنکھیں جھپکاتا اپنے تئیں اپنی نظر کو نیچے اتارنے لگا کہ اے بینائی اگر تو بینائی ہے تو یہ وہ لمحہ ہے جب تو یہ ثابت کر سکتی ہے کہ تو سچ مچ بینائی ہے اور پھر اس نابینائی میں کچھ بینا ہو۔ دیدہ بینا ہوا۔"(2)

مکے پہنچنے کے بعد خانہ کعبہ کے گرد طواف کا مرحلہ آیا تو مصنف اس حوالے سے خاصے پریشان دکھائی دیے کیونکہ انہیں دھتکارے جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ جو لوگ ہزاروں برسوں سے گردش میں آئے ہوئے ہیں نہ میری نسل کے ہیں اور نہ ان کی رنگت اور زبان مجھ سے ملتی ہے تو کہیں یہ پرایا کر کے دھکیل کر باہر ہی نہ نکال دیں۔ لیکن ان تمام تر شکوک و شبہات کے باوجود بھی مصنف نے طواف کا ارادہ کیا اور جب پہلے چکر کے چند ہی قدم اٹھائے تو خود کے بارے میں سوچنے لگے:

"میں ایک ذہنی طور پر پسماندہ بچے کی مانند منہ کھولے۔ جس کی باچھوں سے رال بہتی ہو، اس کی مانند پر شوق طواف کرتا ہوا خانہ کعبہ کے سیاہ پوش گھر کو تکتا چلا جاتا تھا۔"(3)

جب طواف کا ایک چکر پورا ہو جاتا ہے تو اس لمحے مستنصر حسین تارڑ نے جو کچھ طواف کے دوران دیکھا ہوتا ہے اسے بیان کرتے ہیں کہ کس طرح سے اپاہج لوگ ڈولیوں میں لے جائے جا رہے تھے۔ ان کے عزیز رشتے دار ان کو سہارا دے رہے تھے اور کس طرح سے ان کے والدین ان کے لیے دعا گو تھے۔ ہر طرف دعاؤں کی صدائیں بلند تھیں لوگ رو رو کو دعائیں مانگتے چلے جا رہے تھے۔ انسان طواف کے دوران دنیا اور اس کی تمام تر رنگینیوں کو یکسر بھول جاتا ہے۔ اسے بس صرف ہر طرف "اللہ ہو" کا ورد ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ کون کس دنیا سے آیا ہے۔ ہر طرح کی غرض و غایت سے پاک ہو کر سوچنے لگتا ہے۔ بلکہ سوچ بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ دیوار کعبہ تک رسائی حاصل کرنا ایک انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ زائرین کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ درجنوں ماننے والوں کے جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دیتے ہیں:

"اس گیلی دیوار پر میں ہونٹ رکھتا تھا۔ اسے بوسہ دیتا تھا دیر تک اپنے لب رکھتا تھا۔ پھر ماتھا ٹیک کر مانگنے میں محو ہو تا تھا تو پھر بے تابی ہوتی تھی کہ ایک اور بار وہیں لب رکھ دوں محبوب کے چہرے کو چومتے ہوئے کون سیر ہوتا ہے۔ کس کی تسلی ہوتی ہے کہ بس کافی ہے۔ لب ہٹاتے ہی ایک اور بوسے کی طلب ہوتی ہے۔"(4)

حج کے یوں تو تمام مناسک ہی مشکل ہوتے ہیں اور انھیں ادا کرنے کے لیے کافی تگ و دو بھی کرنا پڑتی ہے۔ مزدلفہ میں رات قیام کرنے کا معاملہ در پیش آیا تو مستنصر حسین تارڑ اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ یوں کھلے آسمان تلے رات بسر کرنے میں کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ امیر غریب ایک آسمان تلے رات گزاریں کسی کا بھی کوئی گھر نہ ہو اور ہر کوئی بے گھر ہو کر یہاں آ کر ایک رات کے لیے آباد ہو جائے۔ یہ دنیا امیر لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ اس رات بڑے بڑے تکبر کرنے والوں کے بت ٹوٹ کر ریت میں ملتے ہوں گے اور جب انھیں اپنی اصلیت کا پتہ چلتا ہو گا۔

میں نے اپنی آوارگی کے دوران بہت سی راتیں کھلے آسمان تلے گزاری تھیں۔ کبھی کسی فٹ پاتھ پر اور کبھی پہاڑوں کے اندر۔ لیکن یہ رات ان سب راتوں پر حاوی تھی، جدا تھی کہ آج میری آنکھیں رو رو کر لال گلال ہوتی تھیں۔ نمی کی ایک جھلی پر بکھرتی سورج کی ایک کرن میری آنکھوں میں اتری تھی۔ میں نے اس کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔ قصوئی کی جھانجھریں سنی تھیں اور میں حاجی ہو گیا تھا۔

مستنصر حسین تارڑ کو حج کی ادائیگی کے بعد جو تڑپ بہت ستانے لگی تھی وہ "غارِ حرا میں ایک رات" قیام کرنے کی تھی۔ فرائض کے حوالے سے حج کی ادائیگی آپ کو مطمئن کر چکی تھی لیکن اس کے باوجود بھی ایک کسک ایسی باقی رہ گئی تھی کہ آپ کو واپس اسی در پر جانے کا اشتیاق سکون نہیں لینے دیتا تھا۔ غارِ حرا ایک ایسی غار نہیں ہے جہاں پر کھلے عام رات گزاری جا سکے لیکن مستنصر حسین تارڑ کی اس خواہش کی کوئی حد نہ تھی وہ ہر حال میں وہاں جانے اور رات بسر کرنے کے حوالے سے بضد تھے۔ اس حوالے سے آپ اپنے سفر نامے "غارِ حرا میں ایک رات" میں لکھتے ہیں:

"اور جب مجھے قطر کے بین الاقوامی ایوارڈ سے نوازا گیا تو پہلا خیال نہ اعزاز کا آیا اور نہ انعامی رقم کا۔ بس نواز دیئے جانے کا خیال آیا کہ بلاوے کی فہرست پر نظر ثانی ہو گئی ہے۔ یہ ایوارڈ تو محض ایک بہانہ ہے۔ میں دن رات میمونہ کے ساتھ غارِ حرا تک پہنچنے اور وہاں نہ صرف دو نفل ادا کرنے کے بلکہ کچھ وقت گزارنے کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔"(5)

مستنصر حسین تارڑ نے "حج" کو "ہاجرہ" قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر وحید الرحمان خان یوں رائے دیتے ہیں:

"اسی کے دم سے سازِ ہستی میں صدا ہے اور یہ صدا تعظیم اور تقدیس کی لہروں پر بہتی ہوئی پوری کائنات میں موجزن ہے۔ تارڑ صاحب نے "حج" کو "ہاجرہ" قرار دے کر وجودِ زن کے عز و شرف کو نمایاں کیا ہے۔"(6)

مصنف کی جو عقیدت و محبت خدا سے تھی وہ حج کرنے کے بعد مزید کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ حج ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ یہ بہت کم لوگوں کو اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے پر جن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ان سے زیادہ خوش نصیب انسان اور کوئی نہیں ہوتا۔ بھلا اس سے بڑھ کر اعزاز کی بات اور کیا ہو گی کہ انسان اپنے خالق حقیقی سے اس کے گھر پر ملاقات کرنے جاتا ہے اور اس در پر جا کر اپنی تمام تر حاجتوں کو پورا کرنے کے حوالے سے دعائیں مانگتا ہے۔ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہو کر معافیاں مانگتا ہے اور خود کو بخشوانے کے حوالے سے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس حوالے سے "غارِ حرا میں ایک رات" میں مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں:

"حج سے واپسی پر پاکستان میں مکمل طمانیت اور آسودگی میں رہا۔ زندگی میں سب سے بڑے اجتماعی تجربے کے نشے کے لطف میں رہا اور جب یہ نشہ کم ہوا اور سب نشے بے شک وہ روحانی نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں کم ہو جاتے ہیں۔ کم از کم میرے ایسے شخص کے۔۔۔ تو میری کند سوئی غارِ حرا پر اٹک گئی۔ کیسے ہو گا، کب ہو گا، کیا اس حالت میں ممکن ہو گا؟ پھر اس بین الاقوامی ایوارڈ کی بیرونی مدد آ گئی۔۔۔"(7)

رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عقیدت ہی تھی کہ جو ہر لحہ مستنصر حسین تارڑ کو اس در پر جانے کے لیے بے تاب کر دیتی تھی۔ "منہ ول کعبے ولے" میں جہاں ہمیں مصنف کی حج کے لیے تڑپ اور بے چینی نظر آتی ہے۔ بالکل اسی طرح "غارِ حرا میں ایک رات" میں ہمیں ان کی غارِ حرا میں جانے اور وہاں پر رات قیام کرنے کی بے چینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہیں غار میں نہ صرف جانے زیارت کرنے کا اشتیاق ہوتا ہے بلکہ وہ وہاں رات بسر کرنا چاہتے ہیں۔ زیارت کا موقع تو انہیں تب ہی نصیب ہو چکا ہوتا ہے جب وہ حج کرتے ہیں اور بعد میں غارِ حرا بھی زیارت کی نیت سے جاتے ہیں۔ لیکن اس بار ان کی تڑپ وہاں پر قیام کرنے کی ہے اور قیام کا مقصد وہاں پر رہ کر ہر ایک چیز کو محسوس کرنا، حضور ﷺ کے اس دور کے بارے میں سوچنا غار کے اندر ہر ایک چیز کے حوالے سے بے پناہ عقیدت رکھنا ہوتا ہے۔

مستنصر حسین تارڑ نے دنیا کے بہت سے ممالک کا سفر کیا اور سفر نامے لکھے۔ آپ کے سفر ناموں میں سفر کے حالات اور مناظر کا بیان بہت اچھے انداز میں ملتا ہے اور قاری لطف اندوز ہوتا ہے۔ "غارِ حرا میں ایک رات" قیام کے حوالے سے آپ یہ کا سفر بالکل انوکھا اور منفرد مقام رکھتا ہے کیونکہ اس سفر کے لیے آپ کے بچے بھی آپ کو منع کر رہے ہوتے ہیں کہ صرف زیارت کریں اور واپس آ جائیں۔ رات کے قیام کا فیصلہ ترک کر دیں لیکن اس حوالے سے آپ کی بیگم میمونہ آپ کا ساتھ دیتی ہیں کیونکہ انہیں آپ کی تڑپ کا اندازہ بخوبی ہو چکا ہوتا ہے۔

انسان کا عشق جب سچا ہوتا ہے تو وہ جذبہ اپنی تمام تر سچائیوں کے ساتھ سامنے آتا ہے اور اگر وہ عشق حضور ﷺ کی ذات پاک سے ہو تو پھر اس سے بڑھ کر اس دنیا اور آخرت میں انسان کے لیے کچھ نہیں ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کا عشق حضور ﷺ سے ہے اور غار حرا کی تمنا کے پیچھے بھی یہی راز ہے۔ غار میں جا کر رہنا اور تمام تر جزئیات کو بہت قریب سے دیکھنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ مستنصر حسین تارڑ رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کی یہ محبت و عقیدت آپ کے غارِ حرا میں قیام کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مکہ مکرمہ کے بعد اس دنیا کے رنگ و بو میں مدینہ ہی وہ مقام مقدسہ ہے جو تمام اہلِ ایمان کا مرکز و محور ہے۔ ہر مسلمان وہاں جا کر ماتھا ٹیکنے کا خواہش مند ہوتا ہے اور جو سکون اور اطمینان مدینے میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ حاجی لوگ زیادہ تر پہلے مدینے میں قیام کرتے ہیں اور پھر وہاں سے مکے جاتے ہیں لیکن مستنصر حسین تارڑ کا معاملہ کچھ الگ تھا۔ آپ پہلے مکے گئے وہاں پر عمرہ ادا کیا اور پھر مدینے کی جانب اپنا سفر باندھا۔ اگر اللہ کے گھر کی زیارت کرنی ہے تو مکے جانا ہوتا ہے اور حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف مدینے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ کچھ خفا نظر آئے کہ اگر یہ دونوں مقام ایک ہی جگہ پر ہوتے تو کیا ہی بات تھی پھر ساتھ ہی اس خیال کو ترک کر دیتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر انسان تو بہت بڑی کشمکش میں پڑ جاتا کہ جدہ پہنچ کر پہلے کس در کی زیارت کی جائے۔ اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ اپنے سفر نامے "منہ ول کعبہ شریف" میں لکھتے ہیں:

کہاں جائیں۔۔۔ جدھر بھی جائیں مجرم محسوس کریں۔ اگر پہلے منہ ول کعبہ شریف کرتے ہیں تو ادھر سے آواز آتی ہے کہ تیرا دل تو ہے صنم آشنا اور اگر اپنے صنم اور سجن کے ہاں پہلے حاضری لگواتے ہیں تو وہاں بھی ڈانٹ پڑتی ہے کہ یہاں کیا لینے آئے ہو۔ جس نے مجھے بھیجا تھا اس کے پاس کیوں نہیں گئے۔"(8)

مصنف نے جب مدینے پہنچے تو وہ وقت رات کا تھا اور رات کو مسجد نبوی کو خالی کروا دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اگر انسان مسجد میں داخل ہو جائے تو رش بالکل ختم ہو چکا ہوتا ہے اور چند اکا دکا زائرین ہی اندر ہوتے ہیں جنھیں بھی مسلسل باہر جانے کا حکم دیا جا رہا ہوتا ہے۔ مصنف کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ سب کچھ خالی ہو رہا ہے اور ریاض الجنہ کا وہ سفید قالین جو ہزاروں لوگوں سے سجا ہوتا ہے۔ اس پر ماتھ ٹیکنے کی بھی جگہ نہیں مل رہی ہوتی ہے اور اب اس وقت اس طرح سے خالی پڑا ہوا ہے۔ کچھ لوگوں کے سوا منبر رسول ﷺ کی آس پاس بھی کوئی نہ تھا۔ تمام بلند ستون تھک ہار کر اب آرام کر رہے تھے کہ ہزاروں لوگ لپٹ لپٹ کر آج دعائیں، استغفار اور معافیاں مانگتے رہے ہیں اور اپنے خالق کو یاد کرتے رہے ہیں کہ بے شک وہی انسان کی خطائیں معاف کرنے والا ہے۔

مصنف کی خوشی دیکھنے لائق تھی کیونکہ انہیں بالکل تنہائی میں نوافل ادا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"جمالِ یار کی روشنی میں یار کو دیکھ دیکھ کر مسکراتا رہا جیسے ایک اندھے گداگر کے کشکول میں ایک غیر متوقع سنہری سکہ آ گرے تو وہ اپنی نابینائی میں بھی مسکراتا جاتا ہے۔"(9)

مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے ہی انسان کو اندر ایک اور جہان اور دنیا ملتی ہے۔ اس دنیا سے بالکل الگ جسے انسان چھوڑ کر آتا ہے۔ محرابوں اور ستونوں کا ایک ہجوم نخیل آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ قوس دار محرابیں طرز تعمیر کی خوبصورتی اور دلکشی کو مزید بڑھا دیتی ہیں۔ محرابوں کے نیم دائرے بھی قدرے بلندی پر ہیں۔ چھت سے سینکڑوں فانوس روشن حالت میں متعلق ہیں۔ قالین جہاں پر نہیں تھے۔ وہاں پر سنگ مرمر کی سفیدی ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ مسجد کا پورا اندرون ہزاروں روشنیوں سے مکمل منور نظر آتا ہے۔ ہر طرف خلق خدا عبادات میں مشغول نظر آتی ہے۔ اللہ اللہ کے نعروں کی آواز آپ کے کانوں میں اتر کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔

مسجد نبوی میں دن کے وقت لاکھوں زائرین کی آمد ہوتی ہے۔ ہر طرف ہجوم ہی ہجوم نظر آتا ہے۔ چونکہ مصنف جب مسجد نبوی پہنچے تو یہ وقت رات کا تھا اس لیے رش ختم ہو چکا تھا اور لوگوں کو باہر نکالا جا رہا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب اصحاب وصفیہ کا تھڑا بھائیں بھائیں کر رہا تھا اور باب اسلام سے شروع ہونے والی رہداری جو آگے چل کر روضہ رسول ﷺ کی جاتی تھی وہ بھی ویران پڑی تھی اور اس کے آخر میں سبز گنبد تھے جو سنہری جالیاں تھیں۔ ان کی قربت میں بھی گنے چنے لوگ تھے۔ چند لوگوں کے سوا منبر رسول ﷺ کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ محراب رسول ﷺ کے حوالے سے اگر تصویر کشی کی جائے تو گویا یہ سناٹے میں آئی ہوئی ایک تنہا تصویر تھی۔

مستنصر حسین تارڑ کو حضور ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت اور عقیدت ہونے کے ساتھ ساتھ سچا عشق ہے اور یہ عشق بھی ایسا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا پیمانہ آج تک کا انسان دریافت کر سکا ہے جس پر اس عشق کو پرکھا جا سکے۔ ان دونوں سفر ناموں میں بے پناہ مقامات پر ہمیں وہ عشق اپنی بے حد اونچی بلندیوں پر دکھائی دیتا ہے۔

مصنف کو مسجد نبوی کے ساتھ ساتھ دیگر مقدس مقامات کی زیارات کا بھی شرف حاصل ہوا ہے اور یہ ایسی زیارات ہیں جنھیں عام لوگ نہیں جانتے یعنی کہ یہ اپنی اصلی حالت میں آج کے دور میں موجود نہیں ہیں۔ بس کچھ معمولی نشانات سے ان کا پتہ چلتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک بابا فقیر نے مصنف کی کافی رہنمائی کی اور ان مقدس مقامات کی زیارات کروائی ہیں۔ مدینے کی حدود سے ذرا باہر نکلا جائے تو ایک طویل شاہراہ کے آخر میں سیاہ پہاڑیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ انہی میں سے ایک سیاہی مائل پہاڑ "جبل النار" نام کا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ پر شاہراہ سے کچھ فاصلے پر ایک کھنڈر ہے۔ یہ یہودی قبیلہ بنو نضیر کا علاقہ تھا۔ یہ ایسا علاقہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ کعب بن اشرف اسی قبیلے بنو نضیر کا سردار تھا۔ جنگ بدر کے بعد اس نے اپنی شعلہ بیان شاعری سے قریش کو طیش دلایا اور اس کا مقصد مسلمانوں سے بدلہ لینا تھا۔ مدینہ آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے باقاعدہ نام لے کر فحش شعر کہنے شروع کر دیئے تو حضور ﷺ کے پوچھنے پر حضرت محمد بن مسلمہ نے اسے قتل کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ مسلمہ اپنے ہمراہ ابونائلہ کو بھی لے گئے اور کعب کو رات کی تاریکی میں قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے گئے اور بنو نضیر کی بستی حضور کے قبضے میں آ گئی۔ اس بستی میں ایک کنواں بھی ہے۔ اس کنویں کے حوالے سے مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں:

"اس کے اندر قدم رکھتے ہی یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ ایک بار حضور ﷺ یہاں آئے تھے اور اس کی ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے اور جان گئے تھے کہ بنو نضیر اوپر سے پتھر گرا کر انہیں ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو وہ یک لخت وہاں سے اٹھ گئے تھے۔"(10)

CC BY

بنو نضیر کی بستی دیکھنے کے بعد بابا فقیر کھجوروں کے جھنڈ میں پوشیدہ مسجد رانونہ کے کھنڈروں میں لے گئے یہ وہ مسجد ہے جہاں حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی اور کہا تھا کہ جو شخص اس مسجد میں دعا مانگے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ یہ مسجد چاروں طرف سے اب کھجوروں کے درختوں میں دب چکی تھی۔ بہت معمولی آثار تھے جو مسجد کی نشاندہی کر رہے تھے۔ بس محرابی ساخت نمایاں کرتی محراب موجود تھی۔ بابا فقیر کے اس بیان نے مصنف کی گویائی چھین لی تھی کہ حضور ﷺ نے یہاں کبھی دعا مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ دائیں جانب شاہراہ سے ذرا ہٹ کر ایک تین چار منزلہ سرکاری عمارت ہے۔ عمارت کے پہلو میں ایک چھپر سا تھا جس پر حد درجے کا کاٹھ کباڑ جمع تھا اور اُس کے نیچے ایک گول سی دیوار ہے۔ مصنف کے پوچھنے پر فقیر بابا نے بتایا کہ کنواں اس گول دیوار کے نیچے ہے۔ بابا فقیر کے مطابق جب حضور ﷺ مدینے سے قباء کی بستی کو جاتے تھے وہاں سے لوٹتے تھے تو یہ کنواں درمیان میں پڑتا تھا اور آرام کرنے کی خاطر آپ ﷺ یہاں پر کچھ وقت رُکتے تھے۔ اس کنویں کا پانی پی کر تازہ دم ہو کر دوبارہ سفر اختیار کرتے تھے۔ اس کنویں کا نام "بیئر غرس" یا "بیئر غرص" بنایا جاتا ہے۔

سطح زمین سے تقریباً چالیس پچاس فٹ کی بلندی پر مدینے کی شاہراہ کے اختتام پر جبل احد ہے۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضور ﷺ جنگ اُحد کے دن بلندی پر جانے کی غرض سے چڑھے تھے اور میدانِ اُحد میں جو دشمن ان کی جان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ ان کی نظروں سے او جھل ہو کر کھوہ کے اندر ایک اوٹ میں بیٹھ گئے تھے۔ مصنف کی موجودگی کے دوران ہی ایک سعودی بزرگ کھوہ سے اتر کر آرہے تھے اور آپ کے پوچھنے پر انہوں نے کھوہ کے اندر کے حوالے سے صرف اتنا کہا کہ "اندر میرے رسول ﷺ کی خوشبو ہے" اور نیچے اتر کے کھوہ کے اندر پہنچنا ایک مشکل کام تھا لیکن مستنصر حسین تارڑ نے اب پکا سوچ لیا تھا کہ ہر حال میں اندر جانا ہے کیونکہ سعودی بزرگ کا وہ جملہ ان کے اندر اتر گیا تھا۔ اس حوالے سے مصنف لکھتے ہیں:

"میں ایسا جھنجھوڑا گیا کہ مجھ ناتواں شجر پر جتنے بھی گلے سڑے پھل تھے۔ وہ ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ میں جو شہر نبی ﷺ میں وہ اُحد کے ان پتھروں میں ہوں۔ جن میں نبی ﷺ کا خون جذب ہوا تھا میں ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں "کھوہ کے اندر میرے رسول کی خوشبو ہے" سے بڑھ کر برابری کا بھی کوئی فقرہ ایسا اثر انگیز میں نے زندگی بھر نہ سنا اور نہ امکان ہے کہ سن پاؤں گا۔"(11)

"غارِ حرا میں ایک رات" مستنصر حسین تارڑ کا مذہبی سفر نامہ ہے۔ اس سفر نامے میں مستنصر حسین تارڑ کا غارِ حرا کی زیارت کرنا ہی مقصود نہیں تھا۔ بلکہ وہاں جا کر ایک رات قیام کرنا اور تمام تر حالات وواقعات سے آگاہی حاصل کرنا بھی شامل ہے۔

مستنصر حسین تارڑ کی عمر 79 سال ہے۔ اس عمر کا تقاضا بہت سخت ہوتا ہے۔ اونچائی پر چڑھنا اور پھر ایسے مقام پر جا کر رات قیام کرنا جہاں زائرین صرف زیارت کی غرض سے جا کر واپس آجاتے ہیں ایک انتہائی جان جوکھوں والا کام ہے۔ آپ کا رسول ﷺ سے عشق اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ منزل چاہے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو راستہ چاہے کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو، انسان کا جذبہ شوق سب پر حاوی آجاتا ہے۔ سچی لگن انسان کو اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے اور کامیابی و کامرانی انسان کا مقدر بنتی ہے۔ "غارِ حرا میں ایک رات" اس سفر نامے کو لکھنے کے حوالے سے مصنف نے ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:

" "منہ ول کعبے شریف" کے ساتھ ہی میری ایک کتاب "غارِ حرا میں ایک رات" آرہ ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں ہوا تھا بلکہ اس سلسلے میں، میں نے بہت پلاننگ کی تھی میری بڑی خواہش تھی کہ میں غارِ حرا میں ایک رات گزاروں اور جب موقع مل گیا تو یہ اعزاز بھی مل گیا۔"(12)

مصنف نے جب غارِ حرا میں قیام کے حوالے سے سوچنا شروع کیا تو اس سوچ پر آپ کے گھر والوں نے آپ سے اختلاف کیا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ کے بیٹے سلجوق نے بھی آپ کو اس کی زیارت کرنے کا مشورہ دیا اور قیام کے حوالے سے منع کیا۔ لیکن آپ کی بیگم میمونہ نے اس میں آپ کا ساتھ دیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ آپ کا یہ تجسس وہاں جا کر ہی ختم ہو گا۔ اس لیے آپ کا وہاں جانا ضروری تھا۔

رات اب تیزی سے گزر رہی تھی یہاں تک کہ تہجد کا وقت قریب آن پہنچا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد پھر سے دعاؤں اور عبادتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مصنف جو دعائیں پہلے مانگ چکے تھے دوبارہ ہی دعائیں مانگنے لگے۔ اب غارِ حرا کا صحن چاند کی چاندنی سے مکمل طور پر خالی ہو چکا تھا اور صبح کا سورج اپنی آب و تاب سے چمکنے کے لیے تیار نظر آرہا تھا اور مصنف بالکل خالی الذہن ہو کر بیٹھ گئے تھے کیونکہ انہیں اب دلی سکون حاصل ہو چکا تھا اور ان کی خواہش کو تشفی حاصل ہو چکی تھی اور جب وہ غار سے باہر نکلے تو زائرین کا رش لگنا شروع ہو گیا تھا۔ انھوں نے جب مستنصر حسین تارڑ کو دیکھا تو حیران رہ گئے یہ انسان ہم سے پہلے کیسے پہنچ گیا۔ مصنف نے انہیں بتایا کہ وہ رات سے یہیں پر ہیں تو ان لوگوں نے عقیدت سے مستنصر حسین تارڑ کے ہاتھوں کو چومنا شروع کر دیا اور طرح طرح کے سوالات کی بھتات کر دی اور جواب میں مستنصر حسین تارڑ مسکراتے رہے کیونکہ ان کے پاس ان تمام سوالوں کے جواب نہ تھے اور اب انھوں نے واپس جانے کی راہ اختیار کر لی۔ بحیثیت مجموعی اگر آپ کے اس سفر نامے کو لیا جائے تو اس میں آپ کی حضور ﷺ سے محبت و عقیدت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے اور غار کا اتنی باریک بینی سے جائزہ اس وقت ہی لیا جا سکتا ہے جب آپ کے اندر حضور ﷺ کے حوالے سے تجسس اور لگن موجود ہو۔

مستنصر حسین تارڑ نے اپنے سفر نامے "غارِ حرا میں ایک رات" میں مقدس مقامات کی زیارات بھی اختیار کیں اور اس حوالے سے اسلامی تاریخی حوالے بھی مصنف نے سفر نامے میں شامل کیے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کا اسلامی تاریخ کے حوالے سے مطالعہ کافی گہرا ہے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ ایک بابا فقیر بھی تھے جنھیں مدینے میں موجود تمام مقدس مقامات کے حوالے سے معلومات تھیں اور ان کی وساطت سے مصنف نے یکے بعد دیگرے ان تمام مقدس مقامات کی زیارات کیں۔ اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ نے سب سے پہلے امت المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے گھر کی زیارت کی:

"آپ کا نام ماریہ بن شمعون قبطیہ تھا۔ یہ اصلاً مصری خاتون تھیں۔ "حفن" نامی بستی میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ شاہ مصر "مقوقس" کی کنیز تھیں۔"(13)

امہات المومنین میں سے حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جو مسجد نبوی ﷺ سے ملحقہ حجروں میں حضور ﷺ کی دوسری بیگمات کے ساتھ نہ رہتی تھیں۔ یہ ایک کنیز تھیں اور مدینے میں ایک الگ گھر میں رہتی تھیں اس کی وجہ گھریلو قابتیں تھیں۔ صرف انہوں نے ہی حضور ﷺ کی گود ایک بیٹے ابراہیم سے بھری:

"آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ ابراہیم کی پیدائش مدینہ میں 8 ہجری کو ہوئی اور 10 ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔"(14)

مدینے کی شاہراہ سے ہٹ کر ایک ویران سے علاقے میں ایک کافی چوڑی اور دھول آلود گلی کے قریب کار کو روکا گیا۔ لیکن یہاں تو بظاہر کوئی مکان نہ تھا بس صرف ایک دیوار تھی۔ جس کے بارے میں بابا فقیر نے مصنف کو بتایا کہ اس وقت صرف ایک قبرستان تھا اور کہیں سے بھی اندر جھانکنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش اور وفات کے حوالے سے مصنف نے چند اسلامی تاریخی حوالے بھی پیش کیے ہیں۔ حضرت ابراہیم اپنے باپ کی شکل کے تھے اور اگر وہ زندہ رہتے تو زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ ان کی شکل ہو بہو حضور ﷺ جیسی ہوتی اور لوگ انھیں دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے۔

حضرت اسماعیلؑ ذبیح للہ کی والدہ ماجدہ حضرت حاجرہ اور حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ایسی قوم سے ہیں جن کا تعلق مصر سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ ماریہ قبطیہ کو حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا تھا کسی اور پر نہیں آیا اور وہ نہایت نیک سیرت اور پاک باز تھیں۔ نبی کریم ﷺ حضرت ماریہ سے بڑا تعلق خاطر فرماتے تھے۔"(15)

غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ اگست 625ء میں پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے متعلق پوری سورۃ حشر نازل فرمائی۔ جس میں یہودیوں کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرزِ عمل کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ مصنف کی اگلی زیارت بنو نضیر کی بستی تھی۔ اب یہ بستی بالکل کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ بنو نضیر مدینہ کے یہویوں میں سب سے اعلیٰ ذات کے سمجھے جاتے تھے۔ کامیاب کاشتکار اور باغبان تھے۔ کعب بن اشرف اسی قبیلے بنو نضیر کا سردار تھا۔ یہ فحش شعر کہہ کر مسلمان خواتین کو پریشان کرتا تھا۔

حج کے فرائض میں سے ایک اہم فرض شیطان کو کنکریاں مارنے کا بھی ہوتا ہے۔ یہاں پر تین طرح کے شیطان ہوتے ہیں۔ یعنی جمرہ اولی (پہلا شیطان) جمرہ وسطیٰ (درمیانہ شیطان) اور جمرہ کبریٰ (سب سے بڑا شیطان)۔ پہلے دن سب سے بڑے شیطان یعنی جمرہ کبریٰ کو ہلاک کرنا ہوتا ہے اور باقی دونوں شیطانوں کو کنکریاں مارنے کا نمبر بعد میں آتا ہے۔

مصنف کو جب حج کے دوران اس عمل سے گزرنا پڑا تو وہ اس حوالے سے کچھ پریشان سے دکھائی دیے۔ اس کا اظہار وہ اپنے سفر نامے "منہ ول کعبے شریف" میں کچھ ان لفظ میں کرتے ہیں:

"اس بے چارے پر مجھے کچھ ترس بھی آیا۔ بے چارہ ایک تھا اور اس پر کنکریاں برساتے بعض گالیاں دیتے ہزاروں تھے۔"(16)

مستنصر حسین تارڑ کو مناسک حج کے حوالے سے اکثر شیطان کو کنکریاں مارنے کی بات آتی تو اس فعل کو حماقت گردانتے تھے کیونکہ انہیں اس کی کچھ ٹک سمجھ نہیں آتی تھی اور جب خود پر یہ وقت آیا تو وہ قدرے سب کی نسبت جلدی میں نظر آئے ان کے بیٹے سلجوق بار بار انہیں منع کرتے کہ ابا ابھی رک جائیں۔ آگے بہت زیادہ ہجوم ہے لیکن مصنف کو تو شیطان کو مارنے کی بہت جلدی ہے اور بیٹے کو ڈانٹتے ہیں کہ چھوڑو مجھے جانے دو۔

انسان کی سوچ کے زاویے وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مصنف جو پہلے اس عمل کو بے وقوفی سمجھتا تھا وہ اب خود اس عمل کو کرنے میں بے حد بے تاب لگ رہا تھا۔ شاید پہلے اس اس بات کا اس طرح سے احساس نہ تھا کہ شیطان پر کنکریاں برسانے سے انسان سکون و اطمینان کی دنیا میں چلا جاتا ہے۔ اب جب سب کچھ آنکھوں کے سامنے پیش آیا تو تب انہیں حقیقت کا اندازہ ہوا۔ پہلے جو وہ اس عمل کو قدرے مزاحیہ انداز میں لیتے تھے۔ اسے ایک دانش سے عاری عمل سمجھتے تھے۔ اب انتہائی سنجیدگی سے کنکریاں برسا رہے تھے لیکن پھر بھی ان کے دل میں شیطان سے کچھ ہمدردی بھی بعض اوقات آڑے آجاتی تھی۔

حج کے دوران شیطان پر کنکریاں برسانا ایک نہایت مشکل کام ہوتا ہے کیونکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے اور پھر اس ہجوم میں سے خود کو بچا کر اس فرض کو پورا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شیطان سے کچھ ہمدردی اپنی جگہ لیکن اس کو کنکریاں مارنے میں مصنف سب سے آگے آگے رہے اور کوئی موقع بھی اپنے آپ نے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

بحیثیت مجموعی ان دونوں مذہبی سفر ناموں "منہ ول کعبے شریف" اور "غارِ حرا میں ایک رات" میں مستنصر حسین تارڑ کی فکر ہر لحاظ سے اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ "منہ ول کعبے شریف" میں جہاں ہمیں مصنف کی اللہ سے بے پناہ محبت و عقیدت دکھائی دیتی ہے۔ "غارِ حرا میں ایک رات" میں رسولؐ سے والہانہ عشق دیکھنے کو ملتا ہے۔ مصنف کا عشق اس قدر بلند دکھائی دیتا ہے کہ وہ ہر حال میں "غارِ حرا" رات قیام کرنا چاہتے ہیں نہ صرف قیام بلکہ ان وقتوں کی یاد بھی تازہ کرنا چاہتے ہیں جو حضورؐ نے وہاں پر گزارے، ہر چیز کا مصنف نے نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا۔ غار کے اندر شاید ہی کوئی ایسی جگہ باقی رہی ہو جہاں تک مصنف نے رسائی حاصل نہ کی ہو۔ مصنف نے اُن تمام مقامات کی زیارت بھی کی جہاں کے حوالے سے یہ شواہد ملتے ہیں کہ حضورؐ کا گزر یا قیام کبھی اُن جگہوں پر ہوا تھا، آپ نے اُن کنوؤں کا پانی بھی پیا جن کا پانی حضورؐ نے پیا تھا۔ یہ مصنف کی اعلیٰ درجے کی عقیدت و محبت ہے جو انہیں اُن مقامات پر لے جاتی ہے۔ حضورؐ کی اونٹنی (قصویٰ) جو حضورؐ کو بہت پیاری تھی اور جہاں پر وہ قصویٰ بیٹھتی تھی۔ حضورؐ وہیں قیام کرتے تھے۔ مصنف اُن راستوں پر بھی گئے جہاں پر انہیں کچھ گمان ہوا تھا کہ قصویٰ ان راستوں پر سے کبھی گزری ہو گی۔ مصنف نے ان راستوں پر نہایت پھونک پھونک کر قدم رکھے کہ کہیں قصویٰ کی مینگنیوں پر اُن کے پاؤں غلطی سے نہ آجائیں۔ یہ مصنف کی اعلیٰ درجے کی محبت و عقیدت اور حضورؐ سے عشق ہے جو اُنہیں یہ سب سوچنے اور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو رسول ﷺ کے شہر اور زیارات مقدسہ سے مستنصر حسین تارڑ کی محبت والہانہ ہے اور آپ کی یہ محبت آپ کے مذہبی سفر ناموں میں کھل کر سامنے آتی ہے۔ آپ نے جس عقیدت اور محبت سے حضور ﷺ کا ذکر اور زیارات مقدسہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے قاری اس کو پڑھنے کے بعد لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سفر نامہ "منہ ول کعبے شریف" میں مصنف نے حج کی ادائیگی اور مناسک حج کے حوالے ک سے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حج کے حوالے سے مصنف کی لگن صرف فرض کی ادائیگی تک ہی محدود نظر آتی ہے۔ لیکن مناسک حج کے حوالے سے مصنف ہر لحاظ سے کافی چاق و چوبند دکھائی دیئے ہیں۔ میدانِ عرفات میں قیام سے لے کر شیطان کو کنکریاں مارنے تک مصنف ہر لحاظ سے پیش پیش رہے ہیں۔ تمام مناسک کو مصنف نے نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے۔

CC BY

حوالہ جات

1۔ وحید الرحمٰن، ڈاکٹر، منہ ول کعبے شریف، مشمولہ: قومی زبان، شمارہ 21، دسمبر 2012ء، ص 21

2۔ مستنصر حسین تارڑ، منہ ول کعبے شریف، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء، ص 14

3۔ ایضاً، ص 65

4۔ ایضاً، ص 83

5۔ مستنصر حسین تارڑ، غارِ حرا میں ایک رات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء، ص 89

6۔ وحید الرحمٰن، ڈاکٹر، منہ ول کعبے شریف، مشمولہ: قومی زبان، شمارہ 21، دسمبر 2012ء، ص 24

7۔ مستنصر حسین تارڑ، غارِ حرا میں ایک رات، ص 101

8۔ مستنصر حسین تارڑ، منہ ول کعبے شریف، ص 304

9۔ مستنصر حسین تارڑ، غارِ حرا میں ایک رات، ص 15

10۔ ایضا، ص 28

11۔ ایضاً، ص 78

12۔ ہفت روزہ عزم، مشمولہ: مستنصر حسین تارڑ سے خصوصی انٹرویو، 2006ء، ص 25

13۔ ابوضیاء محمود احمد غضنفر، رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں، دراز ابلاغ، ستمبر 2013ء، ص 433

14۔ مستنصر حسین تارڑ، غارِ حرا میں ایک رات، ص 20

15۔ ابوثوبان غلام قادر، محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، مکتبہ اسلامیہ، مارچ 2011ء، ص 195-196

16۔ مستنصر حسین تارڑ، منہ ول کعبے شریف، ص 202

CC BY